اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۷، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۵، سال۲۰۲۲ء

باغِ بہار-ایک اہم نثری قصہ

گوہر اقبال
لیکچرار فارسی
گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج، کوٹ رادھا کشن قصور

BAGh-I BAHAR - AN IMPORTANT PROSE STORY

Gohar Iqbal
Lecturer in Persian
Govt. Associate College, Kot Radha Kishan, Kasur

Abstract

Mathnavi Saif-al Muluk and Badi-al Jamal is a mythical parable which became popular worldwide especially in the sub-continent. Many poets and authors fascinated by its style and presentation hence employed it in their multi lingual renditions. Syed Mukarram Husain was also greatly impressed by its style and wrote a love story named as Bāgh-i Bahar. This important literary work was produced in the era of Alexander John Kalo in 1037 AH. Its only surviving manuscript is preserved in the Punjab University Lahore's central library. The article introduces the same manuscript along with analysis of different epics of Iran and sub-continent written following the style of Saif-al Muluk.

Keywords:
Masnavi, Saif-al Muluk and Badi-al Jamal, prose, Bāgh-i Bahar.

قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کی مقبولیت

سیف الملوک وبدیع الجمال ایک الف لیلائی داستان، ادبی دستاویز اور ادبیات عالیہ کا قابل توجہ شاہ پارہ ہے۔ عالی دماغ شاعروں اور ادیبوں کا مختلف زبانوں میں اس خیالی داستان کو منظوم و منثور قصوں کی شکل میں بیان کرنا اس کے آفاقی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

بہ قول ہرمان ایتھے (۱۸۴۴ء۔۱۹۱۷ء Herman Ethe)''وہ طویل داستانیں جو غالباً کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، اگر ان کی بہ جائے مختصر قصوں کو مدِ نظر رکھا جائے تو میرے نزدیک ان مشہور ترین داستانوں میں سے ایک داستان **سیف الملوک وبدیع الجمال** ہے۔ یہ کہانی عربی کی دل چسپ اور شہرہ آفاق **الف لیلہ** سے ماخوذ ہے۔''(۱)

عالمی داستانوی ادب میں **الف لیلہ** کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ ان ادبی کارناموں میں سے ہے جن کا دنیا بھر کے ادب پر گہرا اثر ہے اور جنھیں تمام بنی نوع انسان کی مشترکہ میراث کہا جاسکتا ہے۔(۲) فرانسیسی مستشرق آں توے گالاں (۱۶۴۶۔۱۷۱۵ء Antoine Galland) کی رائے میں **الف لیلہ** ہندوستان سے فارس ہو کر عرب تک پہنچی۔(۳)

مشہور ایرانی محقق ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا(۱۸۳۷۔۱۹۵۸ء) **گنجینہ سخن** میں لکھتے ہیں کہ **الف لیلہ** کی اساس پہلوی ہے۔ یہ داستان کچھ تصرفات کے ساتھ عربی میں منتقل ہوئی، عربی سے فارسی میں اور اس کے بعد کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔(۴) اس کہانی کے نقوش عربوں کی یلغار کے بعد ایرانی ادبیات سے مٹ گئے۔ کئی ہزار سال بعد یہ داستان قاچاری عہد (۱۷۹۶۔۱۹۲۵ء) میں عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی۔(۵)

قصہ **سیف الملوک** کے بنیادی ماخذوں کی نشان دہی کرتے ہوئے فارسی زبان وادب کے مشہور محقق ڈاکٹر ظہور الدین احمد (م: ۲۰۱۴ء) **پاکستان میں فارسی ادب** میں لکھتے ہیں:

''سیف الملوک کے متعلق جو معلومات فراہم ہو سکی ہیں ان سے پتا ملتا ہے کہ یہ قصہ **بدیع الجمال وسیف الملوک** کے عنوان سے ابوالمکارم مشہود (م: ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء) نے فارسی نظم میں لکھا لیکن وہ ناتمام رہا۔ دوسری مرتبہ منشی دیوان سنگھ خلیق لاہوری نے **جذبِ رسا** کے عنوان سے

۱۱۹۶ھ/۸۵-۱۷۸۵ء میں اسے مثنوی میں لکھا۔ **مثنوی سیف الملوک وبدیع الجمال** کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہے۔ دیکھیے فہرست مخطوطات جلد چہارم ص ۸۸۳۔ اس کے مصنف محمد بن کاظم المعروف مرزا ببر علی لکھنوی ہیں۔ اس کا سال تالیف معلوم نہیں۔ بہت سے لوگوں نے اسے نثر میں لکھا ہے ہر ایک کا اپنا اپنا انداز بیان ہے۔ ممکن ہے کہانی کے واقعات میں بھی جزوی اختلاف ہو۔ اس حوالے سے مختلف کتابوں میں درج مخطوطات کا اندراج (بدیع الجمال اور سیف الملوک کے نام سے) یوں موجود ہے:

۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو۔ شمارہ ۳/۷ ق ف ۲۵۴

۔ سنٹرل ریکارڈ آفس پبلک لائبریری پشاور، شمارہ ۱۲۹ پر ایک جلد میں دو نسخے محفوظ ہیں۔ پہلا نسخہ ۲۲۸ صفحات، دوسرا نسخہ ۳۲۳ صفحات پر مشتمل ہے اور ناقص الآخر ہے۔

۔ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور، شمارہ ۱۵۴۸، داستان سیف الملوک شاہزادہ مؤلفہ میرزا محمد غفران۔

۔ داستان سیف الملوک از محمد عثمان المعروف بہ بلبل (منظوم، مطبوعہ)۔

ان نسخوں کی ابتدائی سطور کے اختلاف سے ظاہر ہے کہ ان کے مؤلفین مختلف ہیں۔ انڈیا آفس کے نسخۂ خطی شمارہ ۹۲۷ سے ظاہر ہے کہ یہ کہانی سلطان محمود غزنوی (۹۷۱-۱۰۳۰ء) کے عہد (۹۹۷-۱۰۳۰ء) میں لکھی گئی ہے۔ سلطان کے وزیر حسن میمندی (۱۰۳۲ء) نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اسے شاہان دمشق کے خزانے سے حاصل کیا۔(۶)

محمد عمر نے اسے مثنوی میں تحریر کیا۔ ملا محمد عثمان محفل جلال آبادی نے **سیر السلوک** کے نام سے اسے نظم کی صورت دی جو ۱۹۱۰ء میں نول کشور، لاہور سے شائع ہوئی۔ ابوالبقا امیر خان نے بھی، جو جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد (۱۰۳۷-۱۰۶۸ھ/۱۶۲۸-۱۶۵۸ء) میں زندہ تھا، فارسی میں یہ کہانی لکھی، اور امیر ابوالکلام شہود نے بھی اُسے نظم کیا ہے۔ ایک فارسی نسخہ ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء کا لکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے بھی سیف الملوک کو فارسی میں تالیف کرایا تھا۔ تاہم اُس مصنف یا مؤلف کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ اسی طرح نیشنل میوزیم کراچی میں فارسی کا ایک نثری مخطوطہ محفوظ ہے۔

یہ اوّل اور آخر ناقص ہے جس سے مصنف یا مترجم کا پتا نہیں چلتا، اس کے کل صفحات ۲۷۴ ہیں جن میں سے ۸۸ صفحات غائب ہیں اور تصنیف یا سالِ کتابت کا علم بھی نہیں ہو سکا۔(۷)

میرزا بدیع اصفہانی (۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء) نے اورنگ زیب (۱۶۱۸۔۱۷۰۷ء) کے عہدِ حکومت (۱۶۵۹۔۱۷۰۷ء) میں، شمشیر خان کی فرمائش پر **گلدستہ عشق** کے عنوان سے اسے فارسی میں منظوم کیا۔ یہ کتاب ۱۲۹۰ھ /۱۸۷۳ء میں بمبئی سے شائع ہوئی۔ حاکم سندھ میر صوبیدار خان (۱۲۱۷۔۱۲۶۲ھ/۱۸۰۲۔۱۸۴۶ء) نے ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء میں **سیف الملوک** کے نام سے مثنوی لکھی۔ یہ مثنوی ۱۲۵۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ **سیف الملوک وبدیع الجمال** کا ایک نسخہ انجمنِ ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ اس نسخے میں تقریباً سات سو پچاس اشعار درج ہیں۔ یہ عشقیہ داستان سید احمد کابلی نے ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں لکھی۔(۸)

سیف الملوک وبدیع الجمال کے عنوان سے اس داستان کے دو عدد خطی نسخے کتب خانہ گنج بخش، شمارۂ ۱۶۸۵ میں موجود ہیں۔(۹) اس کا ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کا شمارہ ۸۵۶۳/ S۔۳۴ (۱۰)

سندھ کے مشہور کلہوڑہ خاندان کے ایک حکم ران غلام شاہ (۱۷۶۲ء۔۱۷۷۲ء) کے ایک درباری شاعر **بہار پیر** نے قصہ **سیف الملوک** کو سندھی زبان میں لکھا۔ اس کے علاوہ سندھی میں شکارپور کے منشی یوکرداس نے بھی قصہ **سیف الملوک** شائع کیا لیکن مصنف کا نام درج نہیں۔ مولوی محمد صادق رائے پوری نے بھی مولوی لطف علی (۱۷۱۶۔۱۷۹۴ء) کی سرائیکی **سیف الملوک** کا سندھی زبان میں **سیفل ناموں** کے نام سے ترجمہ کیا۔(۱۱)

سیف الملوک کی داستان پشتو میں بھی لکھی گئی۔ نعمت اللہ خان نے اسے منظوم صورت میں تحریر کیا۔ سید راحت زاخیلی نے فارسی **سیر السلوک** کو سامنے رکھ کر **سیف الملوک افغانی** کے نام سے پشتو میں اسے قلم بند کیا اور اسی طرح محمد نور نے بھی اسے پشتو زبان میں تحریر کیا۔(۱۲)

اُردو میں سب سے پہلے **سیف الملوک وبدیع الجمال** کے نام سے غواصی دکنی نے یہ قصہ ۱۶۲۵ء میں مثنوی کے انداز میں لکھا، پھر ۱۸۰۳ء میں شاکر علی نے یہ قصہ اُردو نثر میں تحریر کیا۔

24 گوہر اقبال

سید منصور علی سبز واری نے بھی ۱۸۰۳ء میں **قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال** کو **بحر عشق** کے عنوان سے نظم کیا۔(۱۳)

شاکر علی کے علاوہ نجم الدین احمد نے اسے ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں اردو میں لکھا اور دہلی سے شائع کرایا۔ اصغر علی نسیم نے یہ داستان نظم میں لکھی جو نول کشور، لاہور سے ۱۲۴۴ھ /۱۸۶۸ء میں شائع ہوئی۔ یہی داستان امام الدین خان انور (متوفی ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء) نے **افسانۂ عشق** کے نام سے اُردو میں مثنوی کی صورت میں لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ اسٹیٹ لائبریری رام پور، بھارت میں موجود ہے۔ غواصی دکنی کی **سیف الملوک** کے دیباچے میں میر صادق علی رضوی نے لکھا ہے کہ یہ قصہ اختر سہارن پوری نے ڈرامے کے روپ میں بھی تحریر کیا جو لاہور کے جے ایس سنت سنگھ پبلشرز کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ بشیر احمد ظامی نے مولوی لطف علی (۱۷۱۶-۱۷۹۴ء) کی داستان **سیفل نامہ** کو اُردو نثر میں لکھا جو بہاول پور سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔(۱۴)

یہ داستان بنگالی زبان میں سب سے پہلے ڈونا غازی نے سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی۔ اُس کی لکھی ہوئی **سیف الملوک وبدیع الجمال** حال میں دریافت ہوئی ہے۔ دوسرا بنگالی شاعر ابراہیم ہے جس نے یہ قصہ قلم بند کیا ہے بنگالی زبان کا تیسرا شاعر مالے محمد ہے، جس نے اس عشقیہ کہانی کو ۱۸۳۸ء کے لگ بھگ لکھا۔(۱۵)

پنجابی زبان وادب میں میاں محمد بخش (۱۸۳۰-۱۹۰۷ء) کی مثنوی **سیف الملوک** کلاسیکی پنجابی شاعری کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے۔ شاعر نے اپنی فن کارانہ عظمت سے اسے حقیقی شاہ کار بنا دیا ہے۔ یہ مثنوی دل ودماغ کی سر گزشت ہے اور پنجاب کے بیشتر مدارس میں شامل نصاب رہی ہے۔ بزرگوں کے مزارات، محافل سماع اور عوامی میلوں میں اس کے اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اہلِ محبت کے دل کی گرہیں کھولنے کے لیے اسے شاہ کلید کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کلام پنجاب کے اجتماعی عوامی حافظے کا حصہ بن چکا ہے۔

سید علاول (۱۶۰۷-۱۶۸۰ء) نے منگن ٹھاکر کے حسبِ فرمائش **داستان سیف الملوک وبدیع الجمال** کا فارسی سے بنگالی میں ترجمہ کرنا شروع کیا لیکن یہ کام ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا کہ

منگن ٹھاکر فوت ہو گئے۔ سید علاول نے ان کی وفات کے بعد یہ کام ادھورا چھوڑ دیا۔ کئی سال کے بعد انھوں نے اس کام کو سید محمد موسیٰ کی فرمائش پر دوبارہ شروع کیا اور ۱۶۶۹ء میں اسے مکمل کیا۔ سید محمد موسیٰ، راجا شری چندرا سودھرما (۱۶۵۲۔۱۶۸۴ء) کے اہم وزیروں میں سے تھے۔ (۱۶)

موضوع کا تعارف

زیرِ نظر عشقیہ داستان **باغِ بہار** (قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال) کے مصنف سید مکرم حسین ہیں۔ بدقسمتی سے مصنف اور اس اہم کتاب کا مستند اور معتبر کتابوں میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ مصنف نے اس کتاب میں جو معلومات اپنے متعلق دی ہیں، انھی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ سید مکرم حسین کا وطن اڑیسہ بھارت تھا، جو ایک چھوٹی سی ریاست ہونے کے باوجود تہذیبی اور لسانی اعتبار سے ایک بڑے منطقے کی حیثیت رکھتا ہے۔

سید مکرم حسین اپنی ذہانت و فطانت، تبحرِ علمی اور معاملہ فہمی کے باعث اپنے عہد کے حکم ران الیگزنڈر جان کالو (Alexander John Kalo) کے دربار سے وابستہ رہے۔ ان کی زندگی کا جتنا حصہ شاہی دربار میں بسر ہوا، وہ آسودگی اور ہر طرح کی بے فکری کا سنہرا دور تھا۔ شاہی درباروں کا احمق وزیروں کی آماج گاہ بننا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ تخت و تاج نالائق اور بددیانت وزرا کی بداندیشیوں ہی سے الٹتے ہیں۔

الیگزنڈر جان کالو کے دربار میں بھی کچھ ایسے خوشامدی اور مفاد پرست لوگ موجود تھے جنھوں نے مصنف کے خلاف محاذ آرائی کا بازار گرم کیا۔ چناں چہ مکرم کو شاہی دربار سے علیحدہ کر دیا گیا۔ مصنف کی زندگی کا دوسرا حصہ دربار سے علیحدگی کا تھا جو نہایت کٹھن اور بے سروسامانی کے عالم میں گزرا۔ خستہ حالی کے اس ناگوار دور میں کچھ مخلص دوستوں نے ان کی کمر ہمت بندھائی اور انھوں نے یہ **گلدستۂ رنگین** ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء میں تحریر کیا اور اس دل آویز کتاب کا نام **باغِ بہار** رکھا۔

باغِ بہار کا آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے اوصافِ جمیلہ کا ذکرِ خیر ہے۔ مشائخ میں سے سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی (۱۳۰۹۔۱۴۰۵ء) کو خراجِ محبت پیش کیا

گیا ہے۔ الیگزنڈر جان کالو کی مدح میں ایک طویل قصیدہ بھی لکھا ہے۔ داستان کے عنوان ذیل میں دیے گئے ہیں:

داستان آغاز قصہ در بیان الحاج شاہ، اور نگ نشین شہرِ یمن

- داستان در مدح جناب الیگزندر جان کالو صاحب دام اقبالہ۔
- داستان در بیانِ موجبِ تصنیفِ این کتابِ دل فریب۔
- در بیان آمدن درویش و اظہار کردن سلطان دردِ خود و گفتن جواب و رفتن وزیر برای آوردن دل آرام۔
- داستان در بیان تولد یافتن سیف الملوک و تعلیم و تربیت یافتنش۔
- داستان در بیان رفتن سیف الملوک برای شکار و شیفتہ گردیدن بر تصویرِ بدیع الجمال و آوردن دانش ور شاہزادہ را در یمن۔
- داستان در بیان مسافرت گزیدن سیف الملوک در عشقِ بدیع الجمال معہ دانشور وزیر و چہار کس ندیمان۔
- حکایت اوّل قصہ عنایت تاجر و زوجہ تنبول فروش۔
- حکایتِ دوم قصہ فتوت فقیر در مادہ بی وفای زوجہ او۔
- حکایتِ سوم قصہ صادق و زنِ بقال۔
- حکایتِ چہارم قصہ گلبدن و پسرِ قاضی۔
- داستان در بیان فہمانیدن وزیر سیف الملوک را بعد از بیانِ حکایتِ بی وفای زنان و جواب دادن سیف الملوک بہ وزیر۔
- داستان در بیانِ آمدن سیف الملوک بہ کنارہ دریای عمان و حسبِ اشارہ مرغی بر انبارِ ہیزم نشستہ، رفتن میانِ دریای و از بادِ مخالف رسیدن پشتارہ ہیزم در جزیرہ و خوردنِ عفریت چہار کس ندیمان اورا و بردن سیف الملوک و دانش ور را عقاب در پنجہ خود۔

- داستان در بیان یافتن سیف الملوک اسپ چوبی موسومہ چرخ پرواز و بہ سواری آن رسیدنش در زرین شہر۔
- داستان در بیان تعریفِ زرین شہر و باغ بدیع الجمال و رسیدن سیف الملوک در باغ مذکور و یافتن ملاقات از معشوقہ خود و انداختن جواہر خاتون او را بر ہوا از راہ غضب۔
- داستان در بیان انداختن جواہر خاتون سیف الملوک را از راہِ غضب بر ہوا و بی قرار شدن بدیع الجمال در فراق سیف الملوک و قید کردن زمرد شاہ بدیع الجمال را بہ عقوبت۔
- داستان در بیان گفتن پرستارانِ بدیع الجمال قصہ بیوفائی مردان آدم زاد حسب الحکم زمرد شاہ برای دفع شدن عشق بدیع الجمال۔
- حکایت اوّل قصہ بیوفائی عطارد۔
- حکایت دوم قصہ در مادہ بیوفائی تنومند لشکری۔
- حکایت سوم قصہ گمرہی پادشاہِ جنوب۔
- حکایت قصہ بی وفائی محمود بازرگان۔
- داستان در بیان ساحل گیر شدن دانش ور وزیر از آب، در یافتنش سمت پرستان و از معالجۂ خود آرام ساختن ماہر و دخترِ منور شاہ فرمانروای پرستان را و منور شاہ دادن ماہر و را در مناکحتِ دانش ور وزیر۔
- داستان در بیان افتادن سیف الملوک در چاہ و برآوردن دانش ور و ماہر و او را از چاہ و نوشتن منور شاہ پدر ماہر و نامہ تفرع نسبت سیف الملوک نزد زمرد شاہ پدرِ بدیع الجمال۔
- نامہ مرسلہ منور شاہ پیشِ زمرد شاہ در مادہ تقرر نسبت سیف الملوک با بدیع الجمال۔
- داستان در بیان ایجاب نمودن زمرد شاہ تقرر نسبت سیف الملوک با بدیع الجمال حسب صلاح کارپردازان سلطنت و ایمای دختر خود و فرستادن جواب نامہ۔
- جواب نامہ منور شاہ۔
- داستان در بیان تدبیر مجلس و انجام یافتن شادی مبارک آبادی سیف الملوک با بدیع الجمال۔
- داستان در بیانِ رخصت شدن سیف الملوک و بدیع الجمال معہ دانش ور ماہ رو و از منور شاہ در رسیدن در شہرِ یمن بہ دار السلطنت بہ خدمتِ پدرِ بزرگوار خود ہا۔

خلاصۂ داستان

پرانے وقتوں میں یمن کا ایک بادشاہ الحاج سبحان شاہ تھا۔ وہ اپنے عدل و انصاف، سخاوت اور بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ دنیا کی ہر نعمت اسے میسر تھی لیکن وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ یہی دکھ اسے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے مایوسی کے عالم میں اپنے وزیر خردمند سے کہا کہ اب وہ بوڑھا ہو چکا ہے، اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ امورِ سلطنت وزیر کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہونا چاہتا ہے۔ وزیر نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ درویشوں سے دعا کی التماس کیجیے، ان کی دعا درجۂ قبولیت کو پہنچتی ہے۔ بادشاہ کو وزیر کی یہ بات پسند آئی۔ چناں چہ محل کے تمام ملازموں کو یہ حکم جاری کیا گیا کہ جہاں کہیں کوئی درویش نظر آئے، بادشاہ کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ خوش قسمتی سے ایک صحرا نورد درویش محل میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ انوارِ الٰہی سے روشن تھا، جب کہ اس کا جسم عبادت و ریاضت سے بہت نحیف ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے اس کی تعظیم کی اور اپنا مدعا اسے سنایا۔ درویش نے بادشاہ کو کہا کہ چین کے فرماں رواں فغفور شاہ کی ایک بیٹی ہے جو صورت و سیرت دونوں میں بے مثل ہے، اگر بادشاہ اس سے شادی کرے گا تو اس کی امید پوری ہو گی۔

بادشاہ نے چین کے فرماں روا کے نام خط لکھا، اس خط میں اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ خردمند وزیر دشوار گزار راستے طے کرتا ہوا بالآخر فغفور شاہ کے پاس پہنچا۔ فغفور شاہ خود سبحان شاہ کا ماتحت تھا، اس نے خوش دلی سے یمن کے بادشاہ کی درخواست کو قبول کیا۔ چناں چہ سبحان شاہ اور فغفور شاہ کی بیٹی ''دل آرام'' رشتۂ ازدواج میں بندھ گئے۔

دل آرام کے بطن سے سیف الملوک پیدا ہوا۔ بادشاہ اس نعمتِ غیر مترقبہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ محتاجوں اور مسکینوں کو ہیرے جواہرات عطا کیے گئے۔ خوشی کے اس موقع پر نجومیوں کو طلب کیا گیا تاکہ نومولود کے زائچے کا پتا لگایا جائے۔ نجومیوں نے کہا کہ بادشاہ کا یہ بیٹا بلند اقبال ہو گا لیکن پندرہ برس کی عمر میں کسی کے عشق میں گرفتار ہو جائے گا، کوئی خوب صورت تصویر اس کے سامنے نہ لائی جائے اور اس معاملے میں خاص احتیاط برتی جائے۔

اس کے بعد شاہزادے کو دایہ کے حوالے کیا گیا۔ بادشاہ نے اس کی نگہداشت کے لیے خاص تاکید بھی کی۔ جب وہ چار برس کا ہوا تو اس کی تعلیم و تربیت کے لیے بہترین استادوں کا انتخاب کیا گیا۔

خردمند کا بیٹا دانش ور، سیف الملوک کا ہم عمر تھا۔ یہ دونوں مخلص دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ انھوں نے پندرہ برس کی عمر میں علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی۔

ایک دن یہ دونوں شکار گاہ گئے۔ بادشاہ نے ان کے ہم راہ ایک لشکر بھیجا۔ جب ان کا گزر ایک جنگل سے ہوا، تو شاہ زادے نے ایک خوب صورت ہرن دیکھا اور اپنے گھوڑے کی مہار کو خوب صورت ہرن کی جانب موڑ دیا۔ دانش ور بھی شاہ زادے کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ یوں دونوں اپنے لشکر سے جدا ہو گئے۔ ایک ایسی گم نام جگہ پہنچ گئے جہاں کسی انسان کا کوئی گزر بسر نہ تھا۔ دونوں کسی ایسے مقام کی تلاش میں تھے، جہاں انھیں پانی مل جائے۔

اس ویرانے میں ایک مکان پر نظر پڑی جہاں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ دونوں بڑھیا کے گھر گئے اور اپنی پیاس کو بجھایا۔ شاہ زادے نے بوڑھی عورت سے پوچھا کہ آخر اس نے درندوں کی وادی میں گھر کیوں بنایا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ زمرد شاہ جو زرین شہر کا فرماں روا ہے، اس کے قبضے میں جن اور پریاں ہیں۔ اس کی بیٹی بدیع الجمال ہے جو خوب صورتی میں رشکِ حور ہے۔ اس حسینہ نے اس جنگل میں اس طرح کے سیکڑوں عالی شان مکانات تعمیر کروائے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھار وہ یہاں پریوں کے جھرمٹ میں سیر و تفریح کے لیے آتی ہے۔

سیف الملوک بڑھیا کی بات سن کر نادیدہ صورت پر عاشق ہو گیا۔ جب محل میں بدیع الجمال کی تصویر کو دیکھا تو ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ دانش ور، شاہ زادے کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔ اس کے بعد بڑھیا اچانک وہاں سے غائب ہو گئی۔ جیسے ہی شاہ زادے کو ہوش آیا تو دونوں اسے ڈھونڈنے نکلے تاکہ بڑھیا سے زرین شہر کی معلومات لے سکیں۔ تلاش کے باوجود جب بڑھیا کا کوئی سراغ نہ ملا تو شاہ زادہ پھر بے خود ہو گیا اور زمین پر جا گرا۔ اتفاق سے ان کا لشکر اسی جگہ سے گزرا، شاہ زادے کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر سبھی یمن کی طرف لوٹے۔ بادشاہ کو جب اس واقعے سے آگاہ کیا گیا تو اس نے شہر کے تمام تاجروں کو طلب کیا۔ ان سے زریں شہر کے متعلق پوچھا مگر ان میں سے کسی نے زریں شہر کا نام تک نہ سنا تھا۔ بادشاہ نے بہتیرا سمجھایا کہ نادیدہ صورت پر عاشق ہونا کہاں کی دانائی ہے لیکن شاہ زادہ اپنی ضد پر قائم تھا۔ سیف الملوک اپنے مقصد کے حصول کے لیے چار دوستوں کے ہم راہ یمن سے چین کی طرف روانہ ہوا۔ چین کا فرماں روا فغفور شاہ جب شاہ زادے کی حالت سے آگاہ ہوا تو اس نے پند و نصائح کے دفتر کھولے مگر سبھی بے فائدہ ثابت ہوئے۔

سیف الملوک نے اپنا سفر جاری رکھا اور رات درندوں کے مسکن میں جا ٹھہرا۔ ایک ہول ناک رات جہاں نیند آشیانۂ چشم سے پرواز کر گئی۔ شاہ زادے نے دانش ور کو حکم دیا کہ وہ کوئی دل چسپ کہانی سنائے۔ چناں چہ دانش ور نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے چار ایسی کہانیاں سنائیں جو عورتوں کے مکر و فریب پر دلالت کرتی تھیں۔ آخر میں یہ نصیحت بھی اس کے گوش گزار کر دی کہ کسی نے عورتوں میں وفا نہیں دیکھی۔ جو بیج شاہ زادہ بو رہا ہے، اس کا انجام سوائے حسرت اور نامرادی کے کچھ نہیں ہو گا۔ شاہ زادے نے جواب دیا کہ بے وفائی اور خانہ براندازی کو عورتوں سے منسوب کرنا سراسر حماقت ہے۔ دنیا میں پاک دامن عورتیں بھی ہیں۔ ان سے دوری اختیار کرنا تو خود کو برباد کرنا ہے۔ غرض ایسے دلائل دیے کہ دانش ور اپنی بے دانشی پر کڑھنے لگا۔ عاشقوں کے آگے نصیحت، فضیحت ہی کہلاتی ہے۔

صبح سفر کا ساز و سامان تیار کیا۔ رستے میں سمندر نظر آیا، جس کا عبور کرنا ممکن نہیں تھا۔ ایک عقل مند پرندے نے انھیں مشورہ دیا کہ جنگل سے ایندھن کا ایک گٹھا تیار کریں۔ چناں چہ جب کشتی تیار ہو گئی تو سبھی اس پر سوار ہو گئے طوفانی ہوائیں کشتی کو ایک چھوٹے سے جزیرے کی طرف لے گئیں جو سمندر کے بالکل درمیان واقع تھا۔ ایک قوی ہیکل عفریت نے کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ یہ بلائے ناگہانی متواتر چار دن تک چار دوستوں کو نگل گئی۔ اب صرف شاہ زادہ اور دانش ور ہی باقی رہ گئے تھے۔ بلاخیز سمندر کے اطراف کی ہر چیز بہت پر اسرار نظر آتی تھی۔ شاہ زادے اور دانش ور کو اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ کیوں کہ جیسے ہی اس بلا نے نیند سے بیدار ہونا تھا، کسی ایک کو اپنا لقمہ بنا لینا تھا۔

اسی دوران ایک عقاب پرواز کرتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور دونوں کو اپنے مضبوط پنجوں میں جکڑے ابھی کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ اس کی گرفت سے شاہ زادہ اور دانش ور دونوں آزاد ہو گئے اور سمندر میں دوبارہ جا گرے۔ تقریباً سات دن اور رات خوب غوطے کھاتے رہے۔ اچانک ہوا کی ایک تیز لہر نے انھیں ساحل کے دو اطراف پہنچا دیا۔ بھوک نے ان کا برا حال کر رکھا تھا۔ چناں چہ دونوں نے سیر ہو کر جنگل کے پھل کھائے۔ اب شاہ زادہ ایک وسیع میدان میں پہنچ چکا تھا لیکن دانش ور وہاں موجود نہ تھا۔

اس وسیع و عریض میدان میں شاہ زادے کی نظر دو ایسے آدمیوں پر پڑی جو ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ ان کے پاس لکڑی کا ایک بہت ہی عمدہ گھوڑا تھا۔ ایک فریق اسے اپنی ملکیت بتاتا جب کہ دوسرا اپنی ملکیت ہونے کا دعوی کرتا۔ ان دونوں نے فیصلے کا اختیار شاہ زادے کو دے دیا اور بتایا کہ اس گھوڑے کا نام چرخ پرواز ہے۔ یہ اپنے سوار کو اس کی مطلوبہ جگہ تک پہنچاتا ہے۔ جب شاہ زادے

کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے موقع غنیمت جانا۔ اس گھوڑے پر سوار ہوا اور چشم زدن میں زریں شہر جا پہنچا۔ وہاں اس نے ایک عالی شان محل دیکھا۔ اس کی خوب صورتی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ وہ بغیر کسی خوف کے بدیع الجمال کے شبستان پہنچ گیا۔ اس پری تمثال کی چادر کو سرکایا اور اپنی چادر اس پر پھیلا دی۔

سیف الملوک، بدیع الجمال کو دیکھ کے بے خود ہو گیا۔ پری شاہ زادے کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئی۔ جیسے ہی شاہ زادہ ہوش میں آیا اس نے اپنا تعارف کروایا۔ سفری صعوبتیں جو پری جمال کے لیے برداشت کی تھیں، سبھی اس کے آگے بیان کر دیں۔ بدیع الجمال نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ کنیزوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو پری کی ماں جواہر خاتون کو آگاہ کیا۔ جواہر خاتون آگ بگولا ہو گئی اور اس نے شہزادے کو باہر ہوا میں پھینک دیا۔ زمرد شاہ نے اپنی بیٹی کو قید کر لیا اور شیریں بیان عورتوں کو اس کی نگرانی پر لگا دیا۔ انھوں نے آدم زاد کی بے وفائی سے متعلق چار دل انگیز کہانیاں سنائیں۔

دوسری طرف دانش ور سمندری طوفانوں سے لڑتا جھگڑتا ساحل پر جا پہنچا اور ایک چھتنار تلے آرام کرنے لگا۔ اس درخت پر طوطوں کی ایک جوڑی پرستان شہر کے بارے میں گفت گو کر رہی تھی۔ پرستان کے فرماں روا منور شاہ کی ایک حسین و جمیل بیٹی ہے جس کا نام ماہ رو ہے۔ وہ سخت بیمار ہے اور شہر کے سارے طبیب اس کے علاج معالجے سے عاجز آ چکے ہیں۔ بادشاہ نے اپنی لاڈلی بیٹی کی صحت یابی کے لیے بہت تدبیریں اختیار کیں لیکن سبھی بے فائدہ ثابت ہوئیں۔ اب اس نے یہ اعلان کیا ہے کہ ماہ رو کی شادی اسی شخص سے کی جائے گی جس کے علاج سے وہ شفایاب ہو گی۔ طوطے نے شاہ زادی کی صحت یابی کے لیے ایک نسخہ بھی اپنی ہم نشین کو بتایا۔ دانش ور درخت تلے بڑے اطمینان کے ساتھ ان دونوں کی بات چیت سن رہا تھا۔ اس نے وہ نسخہ ذہن نشین کر لیا اور فوراً پرستان شہر کی راہ لی۔ وہ راستے کی مشکلات طے کرتا ہوا بالآخر پرستان کے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ تمھاری بیٹی جس بیماری میں مبتلا ہے، اس کا علاج میرے پاس ہے۔ بادشاہ نے رضامندی ظاہر کی کہ وہ علاج شروع کرے۔ چناں چہ اس نے طوطے کا بتایا ہوا نسخہ بڑی جاں فشانی سے تیار کیا۔ وہ نسخہ مجرب ثابت ہوا اور کچھ ہی دنوں میں ماہ رو مکمل صحت یاب ہو گئی۔ شہر میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ بادشاہ، دانش ور کا احسان مند ہوا۔ اس نے اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے، ماہ رو کو دانش ور کے نکاح میں دے دیا۔ دانش ور نے ظاہری طور پر انکار کیا اور کہا کہ مجھے ایک مہم پر جانا ہے، میں نے خود سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جب تک اسے سر نہ کر لوں کوئی دوسرا کام ہرگز نہیں کروں گا۔

دانش ور، منور شاہ کی فرمائش پر مہم پر جانے سے پہلے نکاح کر لیتا ہے اور یہ معاہدہ طے پاتا ہے کہ باقی رسومات مہم سر کر لینے کے بعد منائی جائیں گی۔ دانش ور اور ماہ رو ہوائی تخت پر بیٹھے سیر کے لیے نکلے۔ اچانک ان دونوں نے ایک دردناک آواز سنی۔ فوری طور پر تخت کو زمین پر لے آئے۔ قریب ہی ایک کنواں تھا، دانش ور کنوئیں میں سیف الملوک کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ زور سے چلایا اور اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ دونوں آپس میں بغل گیر ہوئے۔ ماہ رو نے شاہی محل کے ملازموں کے ذریعے ان دونوں کو کنویں سے باہر نکلوایا۔ وہ دونوں اپنے اپنے قصے اور سفری صعوبتیں ایک دوسرے کو سنانے لگ گئے۔ پری زاد اپنے شوہر کے ساتھ شاہ زادے کو تخت پر بٹھا کر پرستان لے گئی۔ بادشاہ منور شاہ کے سامنے سیف الملوک کا دردناک قصہ بیان کیا۔

بادشاہ نے سیف الملوک کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ قاصد کے ہاتھوں کچھ تحائف، شاہ زادے کی تصویر اور ایک خط بدیع الجمال کے والد زمرد شاہ کی طرف بھجوایا۔ زمرد شاہ نے خط غور سے پڑھا۔ اس کے بعد اپنے اہم وزرا کو طلب کیا اور اس کے متعلق مشورہ لیا۔ سب نے یہی کہا کہ پری زاد کا آدم زاد کے ساتھ رشتہ سعادت مندی کی بات ہے۔ اگر منور شاہ کی درخواست کو ٹھکرایا گیا تو اس سے خون ریزی اور سلطنت کے زوال کا خدشہ بھی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی بیوی جواہر خاتون سے مشورہ کیا۔ جواہر خاتون نے سیف الملوک کی تصویر اور زمرد شاہ کے پیغام کو کنیز کے ذریعے بدیع الجمال تک پہنچایا۔ پری زاد نے پیغام کو خوش دلی سے قبول کیا۔ یوں وہ قید سے آزاد ہو گئی۔

جب زمرد شاہ اہلِ خانہ اور اپنے اہم وزرا سے اس معاملے میں مشاورت کر چکا تو اس نے منور شاہ کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط میں پری زاد بدیع الجمال کی آدم زاد سیف الملوک سے شادی پر رضامندی کا اظہار کیا گیا تھا۔ جب وہ تہنیت نامہ قاصد کے ذریعے منور شاہ کے پاس پہنچا تو اس نے شاہ زادے کو طلب کیا۔ سیف الملوک خوش خبری سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتا تھا۔

منور شاہ نے پرستان کی عمارات کو لعل و جواہر سے آراستہ کیا۔ مطربوں نے اپنا فن دکھایا۔ سیف الملوک کو عالی شان تخت پر بٹھا کر زرین شہر لے جایا گیا جہاں زمرد شاہ نے ان کا استقبال کیا۔ ہر کوئی مبارک باد دیتا اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ جب شادی کی رسومات اپنے اختتام کو پہنچیں تو سیف الملوک اور بدیع الجمال گل و بلبل کی طرح وصل کی لذت سے شاد کام ہوئے۔ اگلے روز منور شاہ نے فرماں رواؤں کے حسبِ عادت مسکینوں اور محتاجوں میں کھانا تقسیم کیا۔ انھیں قیمتی

33 محمد اقبال

تحائف سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد شاہ زادے کا ہاتھ زمرد شاہ کے ہاتھ میں تھما کر وہ دانش ور اور ماہ رو کے ہم راہ پرستان روانہ ہوا۔

شاہ زادہ تقریباً ایک سال زریں شہر میں رہنے کے بعد بدیع الجمال کے ساتھ پرستان چلا جاتا ہے۔ ایک طویل عرصہ یہاں گزارنے کے بعد سیف الملوک اور دانش ور کے دل میں والدین سے ملنے کا اشتیاق انہیں یمن کی طرف کشاں کشاں لیے جاتا ہے۔ چناں چہ سیف الملوک اور بدیع الجمال جب کہ دوسری طرف دانش ور اور ماہ رو یمن کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جب سجان شاہ اور دل آرام شاہ زادے کو ایک عرصے کے بعد دیکھتے ہیں، تو ان کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے چھلک اٹھتی ہیں۔ خردمند وزیر اپنے بیٹے دانش ور سے ملتا ہے، اور وہ دونوں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ بادشاہ اور وزیر اپنے بیٹوں کی شادی کی رسومات اپنی موجودگی میں پوری شان و شوکت سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ سیف الملوک کو تخت نشین کر دیتا ہے اور دانش ور کو وزارت کا عہدہ دے کر، خود خردمند کے ساتھ گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔

مخطوطے کا تعارف

34 گوہر اقبال

باغِ بہار کا ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس کا شمارۂ ۵۸۶۶/۷/۳۔ ی ہے۔ یہ نسخہ منحصر بہ فرد ہے اور خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کے عناوین سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ اچھی حالت میں موجود ہے لیکن اس کے آخری دو تین اوراق کہیں کہیں سے کرم خوردہ ہیں۔

اس خطی نسخہ کا ترقیمہ ذیل میں دیا گیا ہے:

''بہ دست خطِ ناقص احقر الناس امام بخش ساکن دار الامان ملتان بہ وقتِ شام انجام رسید، ۱۲۸۳ہجری مطابق سن (کذا) عیسوی ۱۸۳۷ء''

اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ یہ خطی نسخہ ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں لکھا گیا۔ کاتب کا نام امام بخش ہے، جو ملتان میں رہتا ہے یا کم از کم اس نے یہ مخطوطہ ملتان میں کتابت کیا ہے۔

اسلوبِ بیان

باغِ بہار کا اسلوبِ نگارش مسجع و مقفی ہے۔ اگرچہ اس دور میں یہ اسلوب متروک ہو چکا تھا۔ شاہ جہاں کے عہدِ حکومت (۱۰۳۷۔۱۰۶۸ھ/ ۱۶۲۸۔۱۶۵۸ء) میں یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس دور میں

رعایتِ لفظی، ایہام اور تلازمۂ خیال بے حد مقبول تھے۔ قدیم داستانوں کا جائزہ لینے کے لیے ان کو اس دور کے مطابق دیکھنا چاہیے۔ کہانی میں بعض مقامات پر بر محل اشعار لائے گئے ہیں جو مؤلف کے جوہر سخن شناسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اکابرین کو القابات سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ بعض ایسے پرانے الفاظ بھی ملتے ہیں جو بالکل متروک ہو چکے ہیں۔ مصنف نے استادانہ چابک دستی سے ان کا استعمال کیا ہے کہ وہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ فارسی نثر میں بعض مقامی الفاظ کی آمیزش بھی کی گئی ہے۔ ایسی دل کش تشبیہات اور استعارات کا استعمال کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا متن میں محو ہو جاتا ہے اور داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض جملے ایسے ہیں جو ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔ مؤلف نے بعض مقامات پر قرآنی آیات، احادیث اور بزرگان دین کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے۔

بعض رومانوی داستانوں کی طرح، اس داستان میں بھی رکیک و سخیف جملوں کا استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ افراط کاری زیادہ نہیں ہے۔ مؤلف کا قلم اس معاملے میں فوراً اعتدال کا رستہ اختیار کرتے ہوئے کسی بہتر نتیجے پر پہنچ جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ہرمان ایتھے، تاریخ ادبیات فارسی، ترجمہ باحواشی دکتر رضازادہ شفق، ۲۱۹۔

(۲) ڈاکٹر سہیل بخاری، اردو داستان، ۱۹۱

(۳) گیان چند، اردو کی نثری داستانیں، ۵۷۷۔

(۴) صفا، ۱۵۵

(۵) امیر اسماعیل آذر، ادبیات ایران در ادبیات جہان، ۱۰۸۔

(۶) احمد، ۱۴۱۔۱۴۰۔

(۷) شفیع عقیل، ۱۴۔۱۳۔

(۸) طاہرہ صدیقی، ۹۳، ۹۲، ۲۹۶۔

(۹) احمد منزوی، فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، جلد سوم، اسلام آباد ۱۹۸۰ء، ۱۳۶۶)

(۱۰) خضر نوشاہی، ۲۲۰

(۱۱) اختر جعفری، ۱۶۔۱۵۔

35 گوہر اقبال

(۱۲) شفیع عقیل، ۱۷۔

(۱۳) اختر جعفری، ۱۶۔

(۱۴) شفیع عقیل، ۱۵۔

(۱۵) اختر جعفری، ۱۷۔

(۱۶) کریم برق، ۶۹۲،ناموارۂ دکتر محمود افشار، جلد دوم۔ ابرج افشار۔ باھمکاری کریم اصفہانیان (۶شش۱۳۶۵) تہران۔

BIBLIOGRAPHY

- Ahmad Munzavi, *Fehrist-i Nuskha hay-i Khaṭṭi Kitāb Khāna Ganj Bakhsh*, (Islamabad: 1980)
- Amer Ismail Azar, *Adabiyāt-i Irān dar Adabiyāt-i Jahā*n̲*.*
- Gayan Chand Jain, *Urdū ki Nasri Dāstāne*n̲, (Karachi: Anjuman-i Taraqqi-i Urdu Pakistan, 2014)
- Herman Ethay, *Tārīkh-i Adabiyāt-i Fārsi*, (Trans.) Raza Zada Shafaq, (Tehran: Banigah Tarjuma va nashr Kitabm 1352)
- Irij Afshar, Karim Isphanian, *Nāmvra-i Duktur Meḥmūd Efshar Yazdi*, (Tehran: Bunyad Mokofat Duktur Mehmood Efshar Yazdi).
- Mian Muhammad Bakhsh, *Saif al-Mulūk*, (Comp.) Syed Akhtar Jafari, (Lahore: Idara Saqafat-i Islamia, 2018).
- Mian Muhammad Bakhsh, *Saif al- Mulūk*, (Trans.) Shafi Aqeel (Anjuman-i Taraqqi-i Pakistan 1957).
- Sohail Bukhari, *Urdū Dāstān*, (Islamabad: Muktadra Qaumi Zuban, 1987)
- Syed Khizar Abbasi Naushahi, *Fehrist-i Nuskhā hay-i Khaṭṭi Fārsi Kitāb Khāna*, (Lahore: Markaz-i Tehqeqat-i Farsi Iran wa Pakistan, Punjab University).
- Tahira Siddiqui, *Dāstān Sarāi Fārsi dar Shibhy Qārā dar Daura-i Taimūriā*n̲, (Islamabad: Markaz- i Tehqeqat-i Farsi wa Pakistan).
- Zabih Ullah Safa, *Ganjīna-i Sukhan*, (Tehran: Intishar Firdousi, 1956).
- Zahoor al Din Ahmad, *Pakistān mein Fārsi Adab*, (Lahore: Idara Tehqeqat-i Pakistan, Punjab University, 1985).

❖❖❖